13

ہماری ترقی دنیوی اسباب سے نہیں بلکہ روحانی اسباب سے ہوگی

(فرمودہ 9/اپریل 1948ء بمقام پشاور)
غیر مطبوعہ

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"مَیں نے آج سے دس سال پہلے رؤیا میں دیکھا تھا کہ مَیں پشاور آیا ہوں اور جس گاڑی میں مَیں سوار ہوں وہ شہر کے اندر آ گئی ہے۔ جب گاڑی سٹیشن پر آ کر ٹھہری اور مَیں گاڑی سے اُترا تو مَیں نے دیکھا کہ ایک گلی اُس جگہ سے ایک طرف کو جاتی ہے۔ وہاں مولوی غلام حسن صاحب مرحوم کھڑے ہیں اور شاید دلاور خاں صاحب یا کوئی اَور دوست بھی آپ کے ساتھ میرے استقبال کے لیے موجود ہیں۔ جس وقت سے مَیں نے یہ رؤیا دیکھا تھا اُس وقت سے ہی میرا ارادہ تھا کہ مَیں پشاور آؤں۔ اِس سے پہلے 1906ء میں مَیں پشاور آیا تھا۔ اُس وقت مَیں بچہ تھا اور اُس وقت کی کوئی بات بھی مجھے یاد نہیں۔ مجھے یہ بھی یاد نہیں کہ اُس وقت شہر کی کیا حالت تھی۔ اُس وقت کی یادداشت دھندلی سی ہوگئی ہے اور اُس وقت کی کوئی بھی بات مجھے یاد نہیں سوائے ایک مکان کے کہ جس میں ہم ٹھہرے تھے۔ اُس مکان کا نقشہ

میرے سامنے ہے اس سے زیادہ میں اُس وقت کے کسی نظارہ کو یاد نہیں کر سکتا۔ اِس خواب کی بناء پر جو مَیں نے بیان کی ہے ایک تو مَیں سمجھا کرتا تھا کہ شاید مولوی غلام حسن صاحب کو جو اس وقت غیر مبائعین میں شامل تھے خدا تعالیٰ ہدایت دے دے۔ چنانچہ مولوی صاحب نے اس خواب کے چند سال بعد میری بیعت کر لی اور وہ مبائعین میں شامل ہو گئے اور فوت ہونے کے بعد مقبرہ بہشتی میں مدفون ہوئے۔ دوسرے حصہ کے متعلق میری خواہش تھی کہ مَیں خود پشاور آؤں۔ پشاور آنے کے متعلق خود جماعت کے بعض افراد کسی اَور وقت آنے کا مشورہ دیتے تھے اور بعض کسی اور وقت آنے کا مشورہ دیتے تھے۔ اِس طرح میری پشاور آنے کی خواہش جلد پوری نہ ہو سکی۔ اب اتنے سالوں کے بعد یعنی رؤیا کے دس گیارہ سال بعد اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا کیے کہ مَیں یہاں آ سکا اور مجھے خوشی ہے کہ جماعت کے دوستوں نے اخلاص کا نہایت اعلیٰ نمونہ دکھایا ہے۔ سرحد کے چاروں طرف سے جماعت کے اکثر دوست آ کر مجھے ملے۔ نوجوانوں اور لڑکوں کے لیے یہ پہلا موقع تھا کہ وہ مجھے ملتے۔ اوران کے لیے خدا تعالیٰ نے یہ صورت پیدا کر دی کہ مَیں پشاور آؤں اور یہاں کے حالات دیکھوں اور ایسی سکیم بناؤں جس سے اِس علاقہ میں احمدیت کی ترقی کی صورت جلد پیدا ہو۔ اِس طرح میرے آنے سے یہاں کے لوگوں کو مجھے ملنے کا موقع حاصل ہو گیا۔ پھر اخلاص اور ایمان ہی تھا جس کی وجہ سے بعض دوستوں نے دعوتیں کیں اور مختلف مجالس میں مختلف طبقہ کے لوگوں سے ملاقات ہو گئی۔ جماعت کی کوشش سے دو لیکچر بھی ہو گئے اور اِس طرح شہر کے لوگوں تک ہمارے خیالات پہنچ گئے۔ میل ملاقات کے ساتھ اختلاف دور ہو جاتا ہے یوں تو اختلاف باپ بیٹے میں، بھائی بھائی میں اور بیوی اور خاوند میں بھی ہوتا ہے مگر اختلافات کو تفرقہ اور افتراق کا موجب بنا لینا درست نہیں۔ میل ملاقات نہ ہو تو لوگ خیال کر لیتے ہیں معلوم نہیں احمدی کیسے ہوں گے۔ ایک دوست جو ڈاکٹر ہیں اور اب مخلص احمدی ہیں وہ اختلافِ خلافت کے وقت لاہور والوں کے ساتھ تھے۔ وہ قادیان آئے اور مغرب کی نماز کے بعد مجھے ملے اور کہنے لگے مَیں نے بیعت کرنی ہے۔ وہ بہت نازک مزاج ہیں۔ مَیں نے اُنہیں کہا آپ اچھی طرح سوچ سمجھ لیں۔ اُنہوں نے کہا مَیں نے سب باتیں سوچ سمجھ لی ہیں۔ میں قادیان میں جب نہیں آیا تھا تو یہاں کے لوگوں کے متعلق سنتا تھا کہ وہ چندہ کے نام پر روپیہ جمع کر لیتے ہیں اور پھر آپس میں بانٹ لیتے ہیں۔ یہ دیکھنے کے لیے قادیان آیا کہ یہ بات کہاں تک ٹھیک ہے۔ یہاں آ کر دیکھا کہ

بالکل اُلٹ بات ہے۔ جن کے متعلق کہا جاتا تھا کہ وہ چندے کھاتے ہیں وہ دوسروں سے زیادہ چندے دیتے ہیں، جن کے متعلق کہا جاتا تھا کہ وہ لوگوں کا مال لُوٹتے ہیں وہ دوسروں سے زیادہ قربانی کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا مَیں نے اچھی طرح سوچ لیا ہے اور سمجھ لیا ہے۔ مَیں نے یہ دیکھنا تھا کہ قادیان کے متعلق جو پروپیگنڈا کیا جاتا ہے کیا وہ سچ ہے۔ سو اس جھوٹ کے کُھل جانے پر اب کوئی روک نہیں۔ آپ میری بیعت لیں۔ اس کے بعد مَیں نے ان کی بیعت لی۔ تو قادیان کے متعلق بھیانک خیال ان کے ذہن میں تھا وہ ان کے قادیان آنے اور حالات کو خود دیکھنے سے غلط ثابت ہو گیا اور ان کو ہدایت میسر آ گئی۔ غرض میل ملاقات سے بیسیوں باتوں کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ جو باتیں ایک آدمی ہمارے خلاف سنتا رہتا ہے جب وہ حالات اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے تو خواہ وہ عقائد میں ہم سے کتنا ہی اختلاف کرے ناواجب اختلاف مٹ جاتا ہے۔ درحقیقت دیانتداری کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ انسان کسی بات کو بے سوچے سمجھے نہ مانے۔ مجھے سینکڑوں آدمیوں کی طرف سے خطوط موصول ہوتے ہیں کہ ہماری بیعت قبول کی جائے مگر مَیں اُنہیں یہی جواب دیتا ہوں کہ ابھی نہ کرو، سوچ لو پھر بیعت کرنا تا کل تمہیں دھکّا نہ لگے۔

یہاں پشاور میں اللہ تعالیٰ نے یہ سامان فرما دیئے کہ میرے دو لیکچر ہو گئے۔ لوگوں نے میری باتیں سنیں۔ ہم نے اُن کی ضرورتوں کو دیکھا۔ اُنہوں نے ہمارے متعلق اندازہ لگایا۔ خدا تعالیٰ نے اختلاف سے منع نہیں فرمایا بلکہ ناواجب اختلاف سے منع فرمایا ہے۔ وہ اختلاف جو اسلام کے لیے مُضِر ہو، مسلمانوں کے لیے مُضِر ہو ایسے اختلاف سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔

مجھ پر ایک یہ بھی اثر ہے کہ آئندہ صوبہ سرحد کو پاکستان میں اہمیت حاصل ہو گی۔ صوبہ سرحد پہلے مغربی حملہ کی حفاظت کا ذریعہ تھا اب مغرب اور مشرق والوں کی حفاظت کا ذریعہ ہو گا۔ میری مدت سے خواہش تھی کہ ہم پشاور میں یا تو مکان کے لیے کوئی زمین خرید لیں یا کوئی بنا بنایا مکان خرید لیا جائے تا آئندہ آنے میں سہولت ہو۔ اگر بنا بنایا مکان مل جائے تو آتی دفعہ تیاری کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جب چاہا آ گئے۔ مکان کا انتظام ہو تو تیاری میں تو وقت زیادہ نہیں لگتا۔ باقی چھوٹی موٹی تیاری کی ضرورت تو ہوتی ہی ہے وہ تھوڑے سے وقت میں کی جا سکتی ہے۔ جہاں مسلمان کی خوراک سادہ ہوتی ہے وہاں اُس کا لباس بھی سادہ ہوتا ہے۔ ایک جوڑا پہن لیا اور ایک ساتھ لے لیا۔ کھانا مل گیا تب بھی اور نہ ملا تب بھی

مومن ہر حال میں خوش ہوتا ہے۔غرض ایک مدت سے میری یہ تجویز تھی کہ پشاور میں زمین مکان کے لیے خرید لی جائے یا کوئی بنا بنایا مکان خرید لیا جائے۔

1941ء میں کون کہہ سکتا تھا کہ قادیان پر حملہ ہوگا اور اس حملہ میں ہر قسم کے ہتھیار استعمال ہوں گے اور اس حملہ میں احمدی بھی لڑ رہے ہوں گے اور شہر کے باہر کے سب محلے خالی ہو جائیں گے اور ہمیں وہاں سے بھاگنا پڑے گا اور ہم قادیان سے باہر ایسی جگہ جائیں گے جہاں پہاڑیاں بھی ہوں گی۔ پھر آج سے چند سال پہلے کون خیال کر سکتا تھا کہ انگریز چلے جائیں گے اور اِس طرح خونریزی ہوگی اور قادیان پر بندوقوں سے حملہ کیا جائے گا اور مَیں قادیان سے باہر آ جاؤں گا۔اور باہر آ کر کسی مرکز کی تلاش کروں گا۔ایک جگہ ہم نے زمین مرکز کے لیے دیکھی ہے۔ اُس کے پاس پہاڑیاں بھی ہیں۔مگر مَیں نے اُس زمین پر خواب میں گھاس بھی دیکھا تھا مگر اِس زمین پر گھاس نہیں۔ پشاور آتی دفعہ نوشہرہ اور کیمبل پور کے درمیان جو میدان مَیں نے دیکھا ہے اُس کے پاس پہاڑیاں بھی ہیں اور گھاس بھی ہے۔اس علاقہ میں اگر پندرہ بیس ایکڑ زمین خرید لی جائے تو یہاں مکان بھی بنائے جا سکتے ہیں، مہمان خانہ بھی بنایا جا سکتا ہے اور اس طرح صوبہ سرحد میں جماعت کا ایک مرکز بنایا جا سکتا ہے میری مدت سے یہ سکیم تھی کہ ہر صوبہ میں ایسے مرکز قائم کیے جائیں مگر اِس طرف جماعت نے توجہ نہ کی۔ اگر ہر صوبہ میں مرکز قائم ہو گئے ہوتے تو آج تکلیف کا سامنا نہ ہوتا۔ اِسی طرح اگر صوبہ سرحد میں مرکز قائم ہو جائے تو ہم ایک خالص احمدی ماحول پیدا کر سکتے ہیں اور نوجوانوں کی تربیت اچھی طرح کر سکتے ہیں۔

اس کے بعد میں پشاور کی جماعت کو اِس طرف توجہ دلاتا ہوں اور افسوس کرتا ہوں کہ آج جمعہ کے دن اتنے آدمی جمعہ پڑھنے کے لیے نہیں آئے جتنے اَور نمازوں کی تعداد کے لحاظ سے آنے چاہییں تھے۔ حالانکہ یہاں مردان، نوشہرہ، چارسدہ، پشاور اور پشاور کے گردونواح کے لوگ بھی آئے ہوئے ہیں مگر پھر بھی جمعہ میں آنے والوں کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔ اِس کے مقابلہ میں جب مَیں کراچی گیا تو وہاں جمعہ میں کراچی شہر کے آدمی اتنے تھے کہ مکان سب کا سب بھر گیا تھا۔

میں جماعت کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ہماری ترقی دنیوی اسباب سے نہیں ہوگی بلکہ روحانی اسباب سے ہوگی۔علومِ ظاہری سے نہیں ہوگی بلکہ علومِ باطنی سے ہوگی۔تم میری زندگی کے واقعات کو ہی لے لو۔میری حیثیت کیا تھی؟ میں ایک پرائمری فیل طالب علم تھا۔ ہر جماعت میں مجھے رعایتی پاس

کر دیا جاتا تھا۔ پھر میں مڈل میں بھی فیل ہوا اور انٹرنس (ENTRANCE) میں بھی فیل ہوا۔ بچپن سے ہی میری صحت خراب رہتی تھی ۔ چھ چھ ماہ بخار رہتا تھا۔ ڈاکٹر بتاتے تھے کہ سِل کی بیماری کا احتمال ہے۔ حضرت خلیفہ اول نے ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں میری صحت کے متعلق عرض کیا تو آپ نے فرمایا اِس نے کونسے دنیوی اسباب سے زندگی بسر کرنی ہے۔ پھر آپ نے مجھے فرمایا بخاری اور قرآن شریف کا ترجمہ مولوی صاحب سے پڑھ لو اور تھوڑی سی طب بھی پڑھ لو۔ طب ہمارے والد صاحب نے بھی پڑھی ہوئی تھی ۔ اِس طرح خدمتِ خلق کا ایک موقع ہاتھ آجاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے مطابق میں نے حضرت خلیفہ اول سے پڑھنا شروع کیا۔ میری آنکھوں کی بیماری اور گلے کی خرابی کی وجہ سے حضرت خلیفہ اول فرمایا کرتے تھے کہ میاں کتاب لاؤ مَیں خود ہی پڑھتا جاتا ہوں تم سنتے جاؤ۔ اِس طرح مَیں نے قرآن کریم، بخاری اور تھوڑی سی طب پڑھی۔ مگر اُس علم کے ساتھ مسجد میں کوئی شخص ملاّ گیری بھی تو نہیں کرسکتا۔ جب مَیں خلیفہ ہوا تو کئی لوگوں نے میرے متعلق کہا کہ ایک ایسے شخص کو خلیفہ چن لیا گیا ہے جو جاہل ہے۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ کیا لیمپ اپنی ذات میں کوئی حیثیت رکھتا ہے؟ بجلی کے لیمپ کا تعلق جب تک بجلی کی اُس تار سے ہوگا جہاں سے بجلی آتی ہے وہ روشنی دینے کی طاقت رکھے گا۔ اِسی طرح میرا علم کسی انسان کا سکھایا ہوا نہیں بلکہ یہ وہ علم ہے جو قرآن کریم کا علم ہے اور خدا تعالیٰ کا سکھایا ہوا ہے۔

جن دنوں میں حضرت خلیفہ اول سے پڑھا کرتا تھا اُن دنوں میں مَیں نے خواب میں دیکھا کہ مَیں مشرق کی طرف منہ کر کے کھڑا ہوں اور میرے سامنے ایک وسیع میدان ہے۔ اُس میدان میں اِس طرح کی ایک آواز پیدا ہوئی جیسے برتن کو ٹھکورنے سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ آواز فضا میں پھیلتی گئی اور یوں معلوم ہوا کہ گویا وہ سب فضاء میں پھیل گئی ہے۔ اُس کے بعد اُس آواز کا درمیانی حصہ متمثّل ہونے لگا اور اُس میں ایک چوکھٹا ظاہر ہونا شروع ہوا جیسے تصویروں کے چوکھٹے ہوتے ہیں۔ پھر اُس چوکھٹے میں کچھ ہلکے سے رنگ پیدا ہونے لگے۔ آخر وہ رنگ روشن ہو کر ایک تصویر بن گئے۔ اور اُس تصویر میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ ایک زندہ وجود بن گئی۔ مَیں نے خیال کیا کہ یہ ایک فرشتہ ہے۔ وہ فرشتہ مجھ سے مخاطب ہوا اور اُس نے مجھے کہا کیا مَیں تم کو سورۃ فاتحہ کی تفسیر سکھاؤں؟ مَیں نے کہا ہاں۔ پھر اُس فرشتہ نے مجھے سورۃ فاتحہ کی تفسیر سکھانی شروع کی یہاں تک کہ وہ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ 1

تک پہنچا۔ یہاں پہنچ کر اُس نے کہا اِس وقت تک جس قدر تفاسیر لکھی جا چکی ہیں وہ اِس آیت تک ہی ہیں۔ اِس کے بعد کی آیات کی کوئی تفسیر اب تک نہیں لکھی گئی۔ پھر اُس نے مجھ سے پوچھا کیا مَیں اِس کے بعد کی آیات کی تفسیر بھی تم کو سکھاؤں؟ مَیں نے کہا ہاں سکھاؤ۔ جس پر فرشتہ نے مجھے اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ [2] اور اِس کے بعد کی آیات کی تفسیر سکھانی شروع کی۔ جب وہ ختم کر چکا تو میری آنکھ کھل گئی۔ جب میری آنکھ کُھلی تو اُس تفسیر کی ایک دو باتیں مجھے یاد تھیں۔ لیکن معاً بعد مَیں سو گیا اور جب دوبارہ اُٹھا تو تفسیر کا کوئی حصہ بھی یاد نہ تھا۔ مَیں نے اس خواب کا حضرت خلیفہ اول سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا جب تم جاگے تھے تو اُسی وقت تم کو تفسیر لکھ لینی چاہیے تھی تاہم بھی اُس سے فائدہ اٹھاتے۔ لیکن درحقیقت میری تعلیم اِس خواب سے ہی شروع ہوئی۔ مَیں نے کسی انسان سے علم نہیں پڑھا بلکہ فرشتوں سے پڑھا۔ کوئی مشکل سے مشکل سوال جو دین سے کسی نہ کسی رنگ میں تعلق رکھتا ہو جب بھی میرے سامنے پیش ہوا مَیں نے خدا تعالیٰ کے فضل سے اُس کا تسلی بخش جواب دیا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ سائل ضد سے میرے جواب کو تسلیم نہ کرے۔ بلکہ بسا اوقات لوگوں نے مجھے حیرت سے پوچھا ہے کہ یہ علوم آپ نے کہاں سے پڑھے ہیں؟ مَیں لاہور میں تھا کہ ایک لڑکی جو ایم۔اے فلاسفی میں پڑھتی تھی وہ مجھے ملنے آئی اور اُس نے فلسفہ پر گفتگو شروع کر دی۔ جب مَیں نے اُس کے سوالات کے جوابات دیئے تو وہ مجھے کہنے لگی آپ نے فلسفہ کہاں تک پڑھا ہے؟ مَیں نے جواب دیا کہ مَیں نے فلسفہ بالکل نہیں پڑھا۔ تھوڑی دیر باتیں کر کے کہنے لگی آپ پروفیسر ہیں؟ مَیں نے کہا مَیں پرائمری فیل ہوں۔ تھوڑی دیر اَور باتیں کرنے کے بعد بولی کیا آپ بشیر احمد ایڈووکیٹ ہیں؟ اُن دنوں مَیں شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کی کوٹھی میں ٹھہرا ہوا تھا۔ مَیں نے کہا مَیں تو پرائمری فیل ہوں۔ اِس پر وہ گھبرا گئی اور کہنے لگی آپ مجھے دھوکا کیوں دے رہے ہیں؟ اُس دن قاضی اسلم صاحب مجھے ملے۔ وہ لڑکی اُن کی شاگرد تھی۔ مَیں نے اُنہیں کہا مَیں نے آج آپ کی تعلیم دیکھ لی۔ آپ کی ایک شاگرد آئی تھی۔ پرائمری فیل کو کبھی پروفیسر کہتی تھی، کبھی ایڈووکیٹ کہتی تھی۔

تو قرآن کریم کا علم اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسا عطا فرمایا ہے کہ کسی قسم کا اعتراض قرآن کریم پر کیا جائے مَیں اُس کا جواب قرآن سے ہی دے سکتا ہوں۔ اور یہ سب علم اُسی علم کا نتیجہ ہے جو فرشتہ نے مجھے خواب میں سکھایا۔ اِس خواب کے بعد بیسیوں مواقع ایسے آئے کہ چند سیکنڈ کے اندر

اتنے لمبے مضامین سورتوں کی تفسیر پر مشتمل مجھے سکھائے گئے کہ اگر اُن کو تقریر میں بیان کیا جائے تو کئی گھنٹوں میں بھی ختم نہ ہوں۔ بعض اوقات سجدہ سے سر اٹھاتے ہوئے، بعض دفعہ رکوع جاتے ہوئے، بعض دفعہ رکوع سے اُٹھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے مجھے کئی سورتوں کی تفسیر سکھائی ہے مگر اُن سب علوم کا منبع اللہ تعالیٰ ہے۔

دیکھ لو جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگی کہ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ﴿۲۶﴾ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ﴿۲۷﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ﴿۲۸﴾۔ 3 یعنی اے میرے خدا! میرا سینہ کھول دے اور میرے لیے یہ کام آسان کر دے اور میری زبان کی گرہ کھول دے۔ تو اس کے بعد آپ کی زبان کی گرہ ایسی کھلی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو ایسی فصاحت و بلاغت عطا ہوئی جو اپنی ذات میں اللہ تعالیٰ کا ایک بہت بڑا نشان تھی۔ مفسرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ کی زبان میں لکنت تھی۔ چونکہ خدا تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا تھا کہ آپ فرعون کے پاس جائیں اور اُسے تبلیغ کریں۔ اِس لیے آپ نے خدا تعالیٰ سے یہ عرض کی کہ وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ۔ 4 یعنی اے میرے خدا! میرے رشتہ داروں میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا مددگار بنا۔ وہ زیادہ اچھی طرح بول سکتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اِس دعا کو قبول کیا اور ہارونؑ کو بھی خدا تعالیٰ نے نبی بنا دیا۔ مگر رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ﴿۲۶﴾ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ﴿۲۷﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ﴿۲۸﴾ والی دعا کے بعد جب آپ فرعون کے پاس تبلیغ کے لیے گئے تو آپ نے ایک لفظ بھی حضرت ہارونؑ کو نہیں بولنے دیا۔ خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہ قوتِ گویائی عطا فرمائی کہ ہارونؑ کے بولنے کی ضرورت ہی نہ پڑی۔ تو اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت سے سب علوم ملتے ہیں۔ اِس لیے خدا تعالیٰ پر توکل کرو اور اُس سے دعائیں مانگو تا وہ تمہیں اپنے پاس سے قرآن کریم کے علوم عطا کرے۔

کوئی علم ایسا نہیں جس کے اصول قرآن کریم نے بیان نہ کر دیئے ہوں۔ دوسرے مسلمان قرآن کریم سے غافل ہیں مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دنیا کے لیے قرآن کریم کو ایک زندہ کتاب کے طور پر پیش کیا ہے۔ ہماری جماعت کے سامنے کتنا بڑا کام ہے یعنی قرآن کریم کی حکومت کو سب دنیا میں قائم کرنا ہے۔ ساری دنیا کی آبادی دو اَرب ہے اور ہندوستان اور پاکستان کی

آبادی چالیس کروڑ ہے جس میں تیس کروڑ غیر مسلم ہیں۔ میری مدت سے خواہش تھی کہ ایسا ملک مل جائے جہاں ہم اسلامی حکومت اور اسلامی تہذیب جاری کر سکیں۔ پاکستان میرے ذہن میں بھی نہیں تھا۔ سو اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا میں اسلام پھیلانے کے لیے ایک بنیاد رکھ دی ہے جو پاکستان ہے۔ ہم نے صرف ہندوستان کو ہی فتح نہیں کرنا بلکہ ساری دنیا کو فتح کرنا ہے۔ پس ہمیں موجودہ انقلاب سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور ایک نئی جہات، ایک نیا عزم، ایک نیا ارادہ اور ایک نئی قوت ہمیں لے کر کھڑے ہو جانا چاہیے۔ اِس وقت دنیا میں ہر طرف تاریکی چھائی ہوئی ہے۔ دنیا کا سب سے بڑا محسن جس کا احسان آئندہ زمانہ کے لوگوں پر بھی ہے اور گزشتہ زمانہ کے لوگوں پر بھی ہے اور اِس زمانہ کے لوگوں پر بھی ہے یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اُسے آج حقیر سمجھا جا رہا ہے۔ گزشتہ زمانہ کے لوگوں پر تو اُس کا احسان اِس طرح سے ہے کہ کئی انبیاء ایسے ہیں جن پر خود اُن کی اُمتیں نہایت گندے اور ناپاک الزامات لگا دیتی تھیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن الزامات کو دور کیا اور بتایا کہ وہ الزامات بالکل غلط ہیں۔ مثلاً حضرت ہارون علیہ السلام کے متعلق یہودیوں اور عیسائیوں کی مذہبی کتاب بائبل کہہ رہی تھی کہ ہارون نے بچھڑا بنایا اور شرک کیا۔5 یہ کتنا بڑا ظلم تھا جو ہارون کی اولاد آپ کی طرف منسوب کرتی تھی؟ یہ کتنا بڑا جھوٹ تھا جو بنی اسرائیل آپ پر باندھتے تھے؟ یہ ایک کلنک کا ٹیکا تھا جو ہارونؑ کے ماتھے پر لگایا جا رہا تھا۔ مگر وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہی تھی جس نے آ کر یہ اعلان کیا کہ ہارونؑ نے کوئی شرک نہیں کیا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت اِس بات کو پیش کر رہی تھی کہ عیسیٰؑ خدا کا بیٹا ہے اور اِس طرح وہ آپ کی شدید ترین ہتک کر رہی تھی۔ یہ صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تھی جنہوں نے دنیا کے سامنے یہ اعلان کیا کہ حضرت عیسیٰؑ خدا تعالیٰ کے سچے نبی ہیں۔ مگر آپ نہ خدا ہیں نہ خدا کے بیٹے۔ دنیا میں کوئی انسان اِتنا بڑا محسن نہیں ہو سکتا جو اپنی اولاد کا بھی محسن ہو، اپنے بھائیوں کا بھی محسن ہو اور اپنے آباء واجداد کا بھی محسن ہو۔ یہ صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے جو اپنی اولاد کے لیے بھی محسن ہے، اپنے بھائیوں کے لیے بھی محسن ہے اور اپنے آباء واجداد کے لیے بھی محسن ہے۔ وہ شخص جو اتنا بڑا محسن ہے آج دنیا کی نگاہ میں (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ) ذلیل ترین وجود نظر آتا ہے۔ آج یہودی، عیسائی، ہندو اور ہر غیر مسلم آپؐ کی ذات پر اعتراض کر رہا ہے۔ وہ شخص جس نے دنیا کو بچایا دنیا نے کوشش کی کہ اُس کو مار

دے۔ ہمارے سوا کوئی بھی اُس کی قدر نہیں جانتا۔ ہمارے سوا کوئی بھی اس کے مقام کو نہیں پہچانتا۔ ہمارے سوا کوئی بھی اس کی بزرگی کو نہیں سمجھتا۔ کاش! وہی آگ دوسروں کے دل میں بھی لگ جائے جو ہمارے دلوں میں لگی ہوئی ہے۔ مگر اِس کا طریق یہی ہے کہ تم میں سے ہر شخص یہ عہد کر کے اُٹھے، یہ عزم لے کر اُٹھے کہ وہ خود مٹ جائے گا، اُس کی آئندہ نسل مٹ جائے گی مگر وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ کے لیے زندہ کر کے چھوڑے گا۔ اب ہماری زندگیاں ہمارے لیے نہیں ہوں گی بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دین کے اِحیاء اور قیام کے لیے ہوں گی"۔

(غیر مطبوعہ از ریکارڈ خلافت لائبریری ربوہ)

1: الفاتحة:5

2: الفاتحة:6

3: طٰهٰ:26 تا 28

4: طٰهٰ:30

5: خروج باب 32 آیت 1، 9، 35۔